پاکستان میں
نظامِ تعلیم کی اسلامی تشکیل کی حکمتِ عملی

ڈاکٹر سعید اللہ قاضی

(ڈاکٹر سعید اللہ قاضی ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اسلامیات جامعہ پشاور نے
یہ مقالہ انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز اسلام آباد کے ایک سیمنار کے لیے تحریر کیا)

پاکستان میں نظامِ تعلیم کی اسلامی تشکیل کے سلسلے میں کچھ تجاویز پیش کرنے سے پہلے اُن نقائص کی نشاندہی ضروری ہے جو ہمارے مروجہ نظامہائے تعلیم میں موجود ہیں۔

مروّجہ دو نظامہائے تعلیم وطنِ عزیز میں اس وقت دو قسم کے نظامہائے تعلیم پائے جاتے ہیں۔ ایک وہ جس پر ہمارے دینی مدارس عمل پیرا ہیں، اور جس سے صرف مذہبی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ دوسرا وہ جو ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں رائج ہے اور جو مذہب کے سوا ہماری پوری قومی زندگی پر حاوی ہے۔ ان دونوں نظاموں کے درمیان جو خلیج حائل ہے اُسے صرف اس طرح دُور کیا جا سکتا ہے کہ دونوں نظاموں میں جو نقائص موجود ہیں، اُن کو دُور کر کے اُن کی جگہ ایک ایسا نظام تیار کیا جائے جو ملکی ضروریات کو کما حقہ پورا کر سکے۔ اور جس کو رائج کر کے تعلیم کے بارے میں دوئیت کا عمل ختم کیا جائے جو صدیوں سے ہمارے ہاں جاری ہے۔

جہاں تک مروجہ مذہبی نظامِ تعلیم کا تعلق ہے، اس کی افادیت ختم نظر آتی ہے۔ اس لیے کہ اس نظام کے تحت جو طلبہ مدارس سے فارغ التحصیل ہوتے ہیں وہ صرف مسجدوں کے امام بن جاتے ہیں یا پرائمری سکولوں میں تدریسی فرائض انجام دیتے ہیں۔ مزید برآں اُن کا اکثر وقت فروعی اختلافات اور جھگڑوں میں صرف ہوتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی وجہ سے عوام کو بعض دینی مسائل معلوم ہو جاتے ہیں اور ان کے کچھ مذہبی رسومات کی انجام دہی ہوتی ہے۔ لیکن ان فائدوں کے مقابلے میں جو مذہبی تفرقہ ان کی وجہ سے معاشرہ میں پیدا ہوتا ہے وہ ان فائدوں کی بہت زیادہ قیمت ہے۔

اس کے مقابلے میں جو انگریزی نظامِ تعلیم ہمارے ہاں رائج ہے وہ وہی ہے جو انگریزوں نے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے وضع کیا تھا۔ وہ اس نظام کے تحت ایسے لوگ پیدا کرنا چاہتے تھے، جو اُن کے آلۂ کار ہوں اور صرف اُن کی حکمتِ عملی کے تحت کام کرتے ہوں۔ ان میں نہ قومیت کا جذبہ ہو اور نہ دین کے ساتھ اُن کا لگاؤ ہو، بلکہ اپنے آپ کو پاکستانی یا مسلمان کہلانے میں شرم محسوس کرتے ہوں۔ اس قسم کے نظامِ تعلیم کے تحت جو لوگ بھی تیار ہوتے گئے وہ دین سے دُور ہونے کے ساتھ ساتھ خدا پرستی کے نقطۂ نظر سے بھی تہی دامن ہوتے گئے۔ وہ جو مضمون بھی پڑھتے صرف مادی مفاد کی خاطر پڑھتے۔ خالقِ کائنات کا تصور ان مضامین سے کلیتاً منفی کر دیا گیا تھا[1]

بھلے اور بُرے کی تمیز اُن میں نہیں رہی۔ مغرب کی ہر چیز اُن کو معیاری نظر آتی۔ مغربی جمہوریت نے اُن کو مسحور کر دیا۔ اور اُس کے ساتھ بغیر کسی معقول وجہ کے چمٹے رہے۔ اسلام کو وہ ایک ایسا مذہب سمجھنے لگے جو بقول اُن کے وقت کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ وہ اپنی نادانی اور جہالت کی وجہ سے اسلام اور مروّجہ علوم کو ایک دوسرے کی ضد سمجھنے لگے۔

اگر غور کیا جائے تو ہمارے معاشرتی اور ملی حالات میں اس قسم کے نظریات کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور نہ اس قسم کے نظریات کی اندھی تقلید اور تائیدِ ملک و قوم کے لیے کس طرح مفید ہو سکتی ہے[2]

حیرانی کی بات تو یہ ہے کہ اس نظامِ تعلیم کے تحت تیار ہونے والے لوگوں کے مغربی آقاؤں کے اندر جو بنیادی انسانی اخلاقیات موجود ہیں اور جن کے بغیر کسی قوم کا ترقی کرنا تو درکنار زندہ رہنا بھی

---

[1] ابوالاعلیٰ مودودی ۔ اسلامی نظامِ تعلیم، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۵ ۔ ۱۱

[2] شفیق جالندھری ۔ نظامِ تعلیم میں اسلامی روح کیسے پھونکی جائے ۔ مطبوعہ عزم نو، اسلامی نظام تعلیم نمبر اشاعت ۱۹۶۹ء لاہور۔

بعید از فہم ہے، یہ اُن سے بالکل عاری ہیں۔ یہ صرف اُن کے سلبی صفات کے عاشق ہیں اور ایجابی صفات کے قریب ہی نہیں جاتے۔

راقم الحروف نے خود دیکھا ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان جب تعلیم کے لیے مغرب کا چکر لگاتے ہیں تو ان کی نظر صرف اس کی ظاہری چمک دمک پر پڑتی ہے اور اس کے اندر جو بنیادی انسانی اخلاقیات ہیں اُن کے بارے میں وہ جاننے کی کوشش کرتے ہی نہیں۔ بس چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات کے مصداق اپنے چند سال وہاں عیش و عشرت میں گذار کر واپس آجاتے ہیں۔ واپسی پر وہ ہر مغربی چیز کی تعریف کرتے ہیں، سوائے اُن بنیادی انسانی اخلاقیات کے۔ اس قسم کے، خدا پرستی اور اسلامی اخلاق سے عاری لوگ، مُلک و مِلّت کے لیے کون سے کارنامے انجام دیں گے۔ ان سے لادینیت کے سوا مُلک و مِلّت کو اور کیا ملے گا۔

ان لوگوں میں نہ فرض شناسی ہے اور نہ وقت کی پابندی۔ ان کی زندگی میں کوئی واضح مقصد نہیں ہوتا۔ یہ صرف بنگلے، موٹر اور معاشرے میں اُونچا مقام حاصل کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔ اپنے اس گھٹیا مقصد کو حاصل کرنے کے لیے یہ سب کچھ کرنے پہ تیار رہوتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں سے ملک و ملت کو جو توقعات ہوسکتی ہیں، وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں[1]

نظامِ تعلیم کی اسلامی تشکیل کے بنیادی امور

اسلامی نظامِ تعلیم کے لیے پہلا قدم یہ اُٹھانا ہوگا کہ مروجہ دونوں نظامہائے تعلیم کو ختم کیا جائے اور ان دونوں کی جگہ ایک ایسا نظامِ تعلیم رائج کیا جائے جو مذکورہ نقائص سے پاک ہو اور جو ایک مسلمان قوم کی حیثیت سے ہماری ضروریات کو پورا کرسکے[2] اس نظامِ تعلیم کا نقشہ کچھ یوں ہے۔

ایک مسلمان قوم کی حیثیت سے ہمارا ایک خاص طرزِ فکر یعنی ثقافت ہے۔ اس طرزِ فکر کے مطابق ہمارا پورا انتظامِ زندگی قائم ہونا چاہیے۔ ہماری درس گاہوں میں نظامِ تعلیم اسی مخصوص طرزِ فکر کی بنیاد پر تشکیل پانا چاہیے[3]

---

[1] اسلامی نظامِ تعلیم ص ۱۲ [2] ایضاً ص ۱۷

[3] ابوالاعلیٰ مودودی۔ تنقیحات، لاہور ۱۹۷۲ء ص ۲۷۶

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ دین اور دُنیا کی تفریق ختم ہونی چاہیے کیونکہ یہ ایک غیر اسلامی فکر ہے۔ دینی اور دُنیوی تعلیم کے تصوّر سے اسلام نا آشنا ہے۔ اسلام میں ہر علم اسلامی ہے۔ یہ تو علم حاصل کرنے والے کا رویّہ ہوتا ہے جو کسی علم کو ان دو حصّوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اگر کسی بھی مضمون کو ایک مسلمان کے نقطۂ نظر سے پڑھا جائے تو وہ ایک دینی علم ہوگا، دنیوی نہیں ہوگا۔[۱]

تیسری بنیادی چیز جو ہمارے نظامِ تعلیم میں ضروری ہے وہ یہ ہے کہ تشکیلِ سیرت کو کتابی علم کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت دی جائے۔ ہمارے نوجوانوں کے اندر علم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی اخلاق بھی پیدا ہوں تاکہ وہ "مسلمان سیاست دان"، "مسلمان فلاسفر"، "مسلمان مؤرخ" اور "مسلمان طبیب" کہلا سکیں۔[۲]

چوتھی بنیادی چیز یہ ہے کہ مغربی طرزِ فکر اور نظامِ تعلیم کی وجہ سے ہمارے نوجوانوں کا اخلاقی انحطاط ہو رہا ہے۔ جب ہمارا نوجوان یہ دیکھتا ہے کہ سنٹرل ماڈل اسکول یا مسلم ماڈل اسکول کا طالب علم ہونا کنفیڈرل اور سینٹ اینتھونی اسکول کے طالب علم ہونے کے مقابلے میں احساسِ کمتری میں مبتلا کرتا ہے، وہاں کی گپ شپ اور ٹھاٹھ باٹھ کے مقابلے میں ہمارے مشرقی مدارس میں دی گئی نظری اور فکری، اساسی اور دینی معلومات کو ہیچ سمجھا جاتا ہے۔ اور ملازمتوں کے لیے تقرر کرنے والے کمیشن بھی ان ہی اداروں کو ترجیح دیتے ہیں تو پھر یہ دیسی اور مشرقی طالب علم اُن اداروں کو خیر باد کہہ کر اِن اداروں کے گپ شپ اور ٹھاٹھ باٹھ کو اپنانے کے لیے کمربستہ ہو جاتا ہے، جن میں اُس کو اپنا مستقبل درخشاں نظر آتا ہے۔ اس لیے مغربی نظامِ تعلیم زوال پذیر ہونے کے بجائے برابر ترقی کر رہا ہے، جس کی وجہ سے ہماری نظریاتی بنیاد کمزور ہو رہی ہے۔ اس مغربی طرزِ فکر، مغربی زندگی اور مغربی نظامِ تعلیم کو شکست دینے اور اسلامی اور مشرقی نظام کو ترقی دینے کے لیے ہمیں اپنے اداروں اور تعلیمی نصابوں میں بہت سی تبدیلیاں کرنی ہوں گی۔ اِس کے بغیر ہمارا اندازِ زیست نہ تو اسلامی بن سکتا ہے اور نہ پاکستانی۔ اِن اداروں کی بیخ کنی کر کے جو یورپین طرز کے ادارے کہلاتے ہیں، ان کا مغربی ڈھانچہ بدلنا ہوگا۔ مغربی ڈھانچے میں مغربی سربراہوں،

---

[۱] اسلامی نظامِ تعلیم ص ۱۷ - ۱۸ [۲] ایضاً

اُستادوں، ان کے نصاب، ذریعۂ تعلیم، یونیفارم، معاشرتی زندگی وغیرہ تمام چیزوں کی تبدیلی شامل ہے۔

نصاب:

مقصدِ تعلیم حاصل کرنے کے لیے موزوں نصاب کا انتخاب ضروری ہے۔ اسلامی اور قومی نصاب بنانے کے لیے ایسے افراد کی خدمات حاصل کی جائیں جن کے دل اسلامی، قومی اور ملی جذبے سے سرشار ہوں، جو صرف مغربی اندازِ فکر کے ماننے والے نہ ہوں، بلکہ دینی، قومی اور ملی درد رکھنے والے ہوں۔ پرائمری اداروں کے نصاب کو اسلامی اور قومی بناتے وقت یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ بچوں کے ذہن میں توحید کا تصور اور رسالت کا مقام ذہن نشین کرایا جائے۔ ان کے ذہن کو شرک و بدعت سے صاف کیا جائے۔ ان کو ارکانِ اسلام کے ساتھ ساتھ اجزائے ایمان بھی بتادیے جائیں۔ ان کے ساتھ اسلامی تصورات، ملک و ملت اور قوم سے محبت کا درس دیا جائے۔ ملک و قوم کی اہمیت اور ایک قوم کے فرد کے فرائض اور ذمہ داریوں سے روشناس کرایا جائے تاکہ وہ مغربی اندازِ فکر سے ہٹ کر خالص اسلامی نقطۂ نظر کو اپنائیں۔[1]

پرائمری مراحل سے گزر کر جب بچہ وسطی اور ثانوی مدارس میں داخل ہو تو یہاں کے نصاب میں توحید و رسالت کے بنیادی عقائد کے ساتھ ساتھ حب الوطنی اور قومی فرائض سے بھی اُسے روشناس کرایا جائے۔ یہاں دفاعِ وطن کا جذبہ اور جہاد فی سبیل اللہ کا نظریہ اس کے دل میں اس انداز سے راسخ کرنا چاہیے کہ وہ جہاد کو عملی طور پر قبول کر کے نہ صرف توپ و تفنگ کے ذریعے سے بلکہ جان و مال اور زبان کے ذریعے بھی اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے۔ اس طرح غیراللہ کا خوف، ظالم حاکم کا ڈر اور غیر یقینی کی کیفیت بچے کے ذہن سے ختم ہوگی اور اس کے کردار میں پختگی اور لچک پیدا ہوگی۔

جب طالب علم کالج کی زندگی میں داخل ہو تو یہاں اُسے ایک باہمت اور صالح جوان کی حیثیت سے ان تمام باتوں کا گرویدہ بنایا جائے جو اُسے پرائمری اور ثانوی مراحل سے سکھائی

---

[1] ڈاکٹر عبید اللہ خان۔ اسلامی نظامِ تعلیم کی اہمیت۔ مطبوعہ عزم نو، ص ۹۵-۹۶۔

جا چکی ہیں۔ اب اسے جہاد کی روح سے مکمل طور پر باخبر کیا جائے۔ اس کی عملی زندگی میں معاشرہ کے جن جن افراد سے اس کا واسطہ پڑے ان کے حقوق سے آشنا کرانا چاہیے۔ اس طور پر کہ طالب علمی کے زمانہ ہی سے وہ ان فرائض کی بجا آوری میں دلچسپی لینے لگے۔ طالب علم میں انسانی عظمت کے ایسے نشان پیدا کرنے کے لیے کہ جن سے دوسرے رہنمائی حاصل کر سکیں، اسے یہ تمام باتیں قرآنی احکام اور فرمانِ رسولؐ کی روشنی میں سمجھانی چاہییں۔

یونیورسٹی کے مرحلہ سے گزرتے وقت سب سے پہلے اسلامی اقدار کا تحفظ اس کے ذہن نشین کرانا چاہیے۔ وہ ان تمام اسلامی اصولوں اور قواعد و ضوابط کو اپنی زندگی کی نشوونما اور کامیابی کے لیے ضروری سمجھے جنہیں وہ پرائمری تعلیم سے لے کر کالج کی تعلیم تک سیکھتا رہا ہے اور انہیں انسانی معراج اور ترقی کے رہنما اصولوں کے طور پر اپنائے اور یہ سمجھ سکے کہ میرے وطن کو سائنس اور ٹیکنالوجی میں کس طرح دوسری قوموں سے مقابلہ کرنا ہے۔ وطن کے تحفظ کے لیے کن کن ذرائع کو بروئے کار لانا چاہیے۔ کردار کو پختہ اور اچھا بنانے کے لیے کن کن وسائل کو کام میں لا کر اپنے اندر اچھے اوصاف پیدا کرنے ہیں قرآن و سنت کی روشنی میں کس طرح صحیح سمت کا تعین کرنا ہے۔[1]

ماہرینِ تعلیم کو نظامِ تعلیم اور نصابِ تعلیم مرتب کرتے وقت طالب علم کے ذہن اور جسمانی ارتقاء کو پیش نظر رکھنا ہوگا اور اس کی طبعی اور نفسیاتی عمر اور مختلف علوم میں مطابقت پیدا کرنا ہوگی تاکہ طالب علم کو خود عبادت کرنے اور پیش قدمی کرنے کا شوق پیدا ہو، خاص طور پر دینی تعلیم کو اس طور پر ترتیب دیا جائے کہ عمر کے لحاظ سے طالب علم کے کام آئے اور وہ ایک مسلمان کی حیثیت سے اپنی زندگی کی کامیابی اور آخرت کی فلاح کے لیے انہیں ضروری سمجھ کر ہر طرح کی قربانی اور ایثار کے لیے آمادہ و تیار ہو۔[2]

اس طرح دوسرے تمام مضامین کا انداز اگر اسلامی نہ بنایا جائے تو اسلامیات کے پیریڈوں کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس ضمن میں استاد محمد قطب اپنے ملک مصر کی مثال کچھ اس طرح پیش کرتے

---

[1] ڈاکٹر عبید اللہ خان۔ اسلامی نظامِ تعلیم کی اہمیت۔ مطبوعہ عزم نو ص ۹۷، ۹۸ -

[2] محمد احمد صدیقی۔ اقبال کے تعلیمی نظریات۔ کراچی۔ ۱۹۶۵ء ص ۱۵۷، ۱۷۹، ۱۸۱، ۱۸۲، ۲۲۲ -

ہیں کہ: " وہاں اسلامیات کے پیریڈ میں بچوں کو پڑھایا جاتا ہے کہ فرعون خدا کا باغی تھا، ظالم تھا، مگر تاریخ کا اُستاد اسے ایک عظیم انسان کے روپ میں پیش کرتا ہے، جو واقعی اتنا اعلیٰ و برتر تھا کہ خدا بننے کے قابل تھا - اِسی طرح دینیات کی کتابوں میں خدا کے خالق و مالک ہونے کا ذکر موجود ہوتا ہے مگر دوسرے علوم میں نیچر کو خدائی رتبے پر فائز کیا جاتا ہے - سائنسی علوم میں طبعی قوانین اور نیچر کو اٹل قرار دیا جاتا ہے - حتیٰ کہ خدا بھی ان کو بدلنے پر قادر نہیں ہے - اسی سبب سے مغربی ذہن معجزات کا انکار کرتے ہیں کہ یہ امر علمِ طبیعیات کے خلاف ہے - اِس صورتِ حال کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طالبِ علم کا ذہن تضاد کا شکار ہو جاتا ہے اور وہ اِدھر کا رہتا ہے نہ اُدھر کا" [1]

دینیات کو پورے نصاب میں اس طرح اُتارنا ہوگا کہ وہ اس کا دورانِ خون، اس کی رُوح، اس کی بینائی و سماعت، اس کا احساس و ادراک اور اس کا شعور و فکر بن جائے اور مغربی علوم و فنون کے تمام صالح اجزاء کو اپنے اندر جذب کر کے اپنی تہذیب کا جزو بناتا چلا جائے۔

اس طرح مسلمان فلسفی، مسلمان سائنسدان، مسلمان ماہرینِ معاشیات، مسلمان مقننین، مسلمان مدبرین غرض تمام علوم و فنون کے مسلمان ماہر پیدا کیے جا سکیں گے [2]

جناب عبدالحمید ہاشمی نے اپنے مقالے "مضامین کی نظریاتی تعلیم" میں نصاب کے بارے میں ایک نقشہ پیش کیا ہے جس سے تمام سائنسی و فنی اور معاشرتی علوم کی تدریس کے لیے ایک ایسا نصاب تشکیل دیا جا سکتا ہے جو اسلامی ہو۔

مصنف لکھتا ہے "تمام علوم کو اسلامی رنگ میں پیش کرنے کے لیے ہمیں قرآن پاک کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور اس میں آیات ڈھونڈ کر نکالنی ہوں گی اور طلباء کو بتانا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں اس مضمون کے بارے میں کیا کچھ فرماتا ہے تاکہ طلباء کا ذہن مادے کے بجائے خدا کی ذات کی طرف مائل ہو۔ اس طرح احادیثِ نبوی میں جو مواد پایا جاتا ہے، اُسے طلباء کی رہنمائی کے لیے نصاب میں شامل کیا جائے۔ مثلاً سائنس اور سائنس کے بنیادی شعبوں کے بارے میں۔

[1] محمد قطب - نظامِ تعلیم کی اسلامی تشکیلِ جدید، لاہور - ۱۹۷۸ء ص ۲۶

[2] محمد حسین، سید مودودی کے تعلیمی نظریات، لاہور ۱۹۷۶ ص ۴۷

۱- نباتیات | نباتیات کی طرف قرآن پاک نے مسلمانوں کی توجہ کچھ اس طرح مبذول کرائی -

سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ۔ (سورۂ یٰسٓ - آیت ۳۶)

۲- حیوانات | وَالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْهَا وَزِیْنَةً وَّیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ - (سورۃ النحل - آیت ۸)

۳- کیمیاء | اس علم کو پڑھاتے وقت بھی قرآن و حدیث کے حوالوں سے مدد لی جانی چاہیے - طلباء کو بتایا جانا چاہیے کہ اس علم کی ابتداء مسلمانوں ہی نے کی تھی - مسلمانوں ہی کی ایجادات پہ مغربی مفکرین نے اس علم کو آگے بڑھایا ہے - اس کے ساتھ ساتھ مسلم کیمیا دانوں کا تعارف بھی طلباء سے کرانا ضروری ہے - اس طرح طلباء جب عملی زندگی میں داخل ہو جائیں گے تو کیمیا دان ہونے کے باوجود اسلام کے داعی ہوں گے اور جہاں جائیں گے اپنے ملک کے نظریات کے محافظ ثابت ہوں گے -

۴- طبیعیات | آج کل طبیعیات پڑھاتے وقت سب سے پہلے پاکستانی طلباء کو سسلی کے سائنسدان ارشمیدس کا نام بتایا جاتا ہے اور اس کے تجربات سے روشناس کرایا جاتا ہے - اس طرح وہ اپنے بزرگوں سے واقف ہونے سے پہلے یورپ کے غیر مسلم مفکرین کے کارناموں سے متاثر ہو جاتے ہیں - نصابِ تعلیم کو اس طرح مرتب کیا جانا چاہیے کہ طلبا اپنے بزرگوں کے کارناموں سے واقف ہوں اور اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں -

معاشیات | معاشیات میں بھی سود کا حرام ہونا، اس کی معاشرتی بُرائیوں اور اس کے بُرے اثرات کو طلبا کے سامنے پیش کرنا چاہیے تاکہ اسلامیات اور معاشیات کی تعلیمات میں ہم آہنگی قائم قائم ہو اور طلباء کو اسلامی نظریات کے سمجھنے کا موقع ملے -

معاشرتی علوم | تاریخ مسلمانوں کا عظیم سرمایہ ہے - مسلمانوں نے اس کی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے - قرآن بذاتِ خود ایک تاریخ اپنے اندر رکھتا ہے، جو انبیاء علیہم السلام کے حالات اور قوموں کی ترقی و ہلاکت کے واقعات پر مشتمل ہے - اسی طرح حدیث کا علم بھی علمِ تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے - تاریخِ اسلام کو دوسری تمام اقوام کی تاریخوں پر فوقیت دینی چاہیے - کیونکہ

جو قوم اپنی تاریخ سے ناواقف ہوتی ہے وہ دوسروں پر بھروسہ کرتی ہے اور دنیا میں کوئی نمایاں کام انجام نہیں دے سکتی۔

شہریت کے باب میں تکمیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔ لٹیرے جان و مال کے محافظ بن گئے۔ مہاجرو انصار کا بھائی چارہ قائم کیا گیا۔ قرآن و حدیث میں حقوق و فرائض کی بڑی تاکید آئی ہے۔ قرآن و حدیث کے شہری اصولوں پر عمل کرکے انسان ایک بہترین شہری بن سکتا ہے۔

فلسفہ قرآن پاک بذاتِ خود ایک غیر متبدل فلسفے کی کتاب ہے جس میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے کہ زمین میں چل کر خدائی مخلوق میں غور و فکر کرو۔ اور اس کو سمجھنے کی کوشش کرو تاکہ خالقِ کائنات پر ایمان پختہ اور یقین کامل ہو جائے۔

اِن حقائق کے علاوہ مسلمانوں میں کتنے عظیم مفکرین پیدا ہوئے جن کا ثانی دوسری اقوام یونان سے لے کر روس و امریکہ تک پیدا نہ کرسکیں۔ افلاطون، ارسطو، روسو اور یورپ کے دوسرے مفکرین کو اولیت دی جاتی ہے اور ان مفکرین کو جن کا تعلق ہمارے مذہب و ملک سے ہے، پیچھے رکھا جاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات تو تاریخ سے غائب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے[1]

درحقیقت سائنس کی تدوین و ترقی میں مسلمانوں کا اہم کردار ہے بلکہ انہوں نے جدید سائنس کی بنیاد رکھی۔ بہت اہم سائنسی انکشافات اور طبی ایجادات ان کی مرہونِ منت ہیں۔ نصاب میں مسلمان موجدوں اور سائنسدانوں کے نام اور کارنامے ضرور شامل کرنے چاہییں۔ بجائے اس کے کہ سائنس کا موجد راجر بیکن کو قرار دیا جائے یا دوسرے علوم و فنون میں افلاطون، سقراط اور دوسرے بیرونی لوگوں کے کارنامے لکھے جائیں۔

مثلاً طلباء کو یہ پڑھایا جائے کہ ابن الہیثم نے دریائے نیل پر بند باندھنے کی تجویز پیش کی تھی۔ البیرونی نے مختلف دھاتوں، مثلاً سونا، چاندی، تانبا، لوہا، ٹین اور جست کا مخصوص وزن دریافت کیا۔

جابر بن حیان نے فن جراحی میں بے ہوش اور بے حس کرنے کے لیے مختلف دوائیں

[1] مطبوعہ عزم نو ص ۵۵۱، ۵۶۰

ایجاد کیں۔

ابوالقاسم زہراوی نے سر، دانتوں، گردہ وغیرہ کے متعلق آپریشن کیے اور ان کی کتاب "التصریف" سرجری کا شاہکار ہے اور صدیوں تک یورپ کی طبی درس گاہوں میں شریک نصاب رہی۔

بوعلی سینا اولین معالج تھا جس نے علاج میں نفسیات کی اہمیت کو تسلیم کیا۔ اس نے انکشاف کیا کہ انسان کے جذبات کا صحت و مرض سے گہرا تعلق ہے۔

رازی علم الامراض کا بڑا ماہر تھا۔ اس نے خسرہ اور چیچک میں امتیاز کیا۔ آنکھ کے آپریشن کا بڑا ماہر تھا۔

الزرقانی فلکیات کا بڑا ماہر تھا۔ کوپرنیکس سے پہلے الزرقانی اور نورالدین البطروجی نے زمین و کواکب کی حرکتِ محوری کو ثابت کیا۔

عمر خیام صاحبِ رباعیات، حقیقت میں منجم اور حساب دان تھا۔[1]

(باقی)

ہری پور ہزارہ میں

ماہنامہ ترجمان القرآن۔ تفہیم القرآن۔ تحریکِ اسلامی کا لٹریچر
روزنامہ جسارت۔ ہفت روزہ ایشیا اور آئین خریدنے کے لیے

صدیقی نیوز ایجنسی اینڈ بک سنٹر

کوہچی مارکیٹ نمبر ۲ — نزد پوسٹ آفس — ہری پور

---

[1] حکیم آفتاب احمد قرشی، سائنس اور مسلمان۔ کراچی ص ۹ تا ۲۰